

آئینہ

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وقاص فیاض

آئینہ



از قلم وقاص فیاض

All Rights Reserved

Copyright: Waqas Fiaz (Author)

Published by: Safar-e-Adab Publications

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

safareadab@gmail.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab Publications, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

ضروری بات

آئینہ کے تمام جملہ حقوق لکھاری "وقاص فیاض" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کارروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔



ایک وسیع و عریض میدان آس پاس پھیلا ہوا تھا جو برف کی چادر میں لپٹا تھا۔ جہاں دور دور تک کوئی زی روح نظر نہیں آتا تھا۔ سرد بریلی ہوائیں خون منجمد کر دیتی تھیں۔ ایسے میں وہاں کوئی چل رہا تھا۔

دھیرے دھیرے۔ نڈھال سا۔ اس کے قدموں میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔ برف میں چلتے ہوئے اس کے قدموں کے نشان بنتے جا رہے تھے۔ ذرا قریب سے دیکھو تو وہ قریباً دس بارہ برس کا ایک لڑکا تھا۔ سر پر اونی ٹوپی اور جسم پر کسی جانور کی کھال کا بنا ٹخنوں تک آتا لمبا بھورا کوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ بغل میں کچھ دبائے ہوئے تھا۔ کچھ چمکیلا اور نوک دار۔ شاید وہ کوئی درمیانے سائز کا آئینہ تھا۔ لیکن اس کے کانچ میں جا بجا دراڑیں نظر آتی تھیں۔ جس سے وہ کئی چھوٹے بڑے حصوں میں منقسم ہو گیا تھا مگر ٹوٹا نہیں تھا۔ اس کی چال سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی منزل سے بھٹک گیا ہے یا وہ کسی چیز کی کھوج میں ہے۔

آسمان نے بھی سفیدی کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اور سورج بھی کئی دنوں سے منہ چھپائے ہوئے تھا چلتے چلتے وہ یک دم رکا۔ اس کے ہونٹ جامنی پڑ چکے تھے۔ مگر سرمئی آنکھوں میں سرد سا تاثر تھا۔ اس نے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی جہاں برف کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ تاحد نگاہ برف کی تہہ نظر آتی تھی۔

جب کوئی منزل ہی نہ ہو تو راستے بھی صدیوں کی مسافت لگتے ہیں۔ اس کے ساتھ بھی شاید یہی ہو رہا تھا۔ وہ تھکاوٹ سے چور لگتا تھا مگر اس کے قدموں میں کوئی لغزش نہیں تھی۔ وہ ہنوز چل رہا تھا۔ جیسے ٹھہرنا اسے ختم کر دے گا۔ بر فیلی ہوائیں اس کے کانوں میں سرگوشی کرتیں۔ جیسے کہہ رہی ہوں وہ لوٹ جائے۔ وقت کا تعین کرنا آسان نہیں تھا۔ یا شاید اس کے لیے اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ کس سمت میں جائے، کہاں قیام کرے، کس کو پکارے، اسے کچھ پتا نہیں تھا۔ بے بسی اور جھنجھلاہٹ اس کے چہرے سے ٹپکتی تھی۔ آخر وہ چاہتا کیا تھا، کس چیز کی اسے تلاش تھی۔



دفعۃً وہ آئینہ اس کی بغل سے پھسلا اور زمین بوس ہو گیا۔ کانچ کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا۔

سر مئی آنکھوں میں اضطراب چھلکا۔ وہ نیچے کو جھکا۔ مگر تب تک دیر ہو چکی تھی۔ وہ دوزانوں ہو کر وہیں بیٹھ گیا تھا۔ ٹھنڈک کا احساس اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس کے آنسوؤں میں روانی آتی گئی۔ اگر آسمان سے نیچے اس برف کے میدان میں جھانکو تو یوں لگتا تھا جیسے اس سفیدی میں کوئی بھوری مائل تنکارہ گیا ہو۔ پھر اس نے ہاتھوں کی پشت سے اپنے آنسو صاف کیے۔ تبھی وہ چونکا۔ اسے کچھ نظر آیا۔ وہ ٹھٹک گیا۔ سر مئی آنکھوں میں حیرت در آئی۔ کانچ کا بڑا ٹکڑا چمک رہا تھا۔ زرد رنگ کی روشنی اس ٹکڑے سے منعکس ہو رہی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں میچ لیں اور پھر کھولیں۔

وہ لکڑی کا ایک کیبن تھا۔ جو اس برف کے میدان میں بالکل تنہا کھڑا تھا۔ باہر برف باری ہو رہی تھی۔ اور ہوائیں یوں شور مچاتی تھیں جیسے کوئی زخمی جانور اپنا سر دیوار میں مار رہا ہو۔

ذرا اندر داخل ہو کر دیکھو تو دو لوگ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ کبھی مرد کی آواز پست ہو جاتی تو کبھی عورت کی آواز سنائی دیتی۔ ایسے میں ایک لڑکا پردے کے پیچھے کھڑا وہ سب دیکھ رہا تھا اور ایک کم عمر لڑکا سفید لحاف میں دبکا پڑا تھا۔ وہ غالباً نیند میں تھا۔ پھر تبھی وہ اونچا لمبا مرد، جس

کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور رنگت سرخ و سپید تھی تیزی سے کیبن۔ سے باہر نکل گیا تھا۔ اور وہ عورت جو سر پر اونی سکارف اور ایک لمبا کوٹ پہنے ہوئے تھی اپنا سر تھامے وہاں پڑی ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

وہ کیبن دو کمروں پر مشتمل تھا جس سے ملحق بالکل چھوٹا سا ایک باورچی خانہ اور اس کے ساتھ چمینی میں آگ جل رہی تھی۔ وہ دونوں کمرے ایک دوسرے کی مخالف سمت میں تھے جس کے آگے ایک پردہ ٹنگا تھا۔ اس عورت نے شاید اس لڑکے کو وہاں کھڑا دیکھ لیا تھا جس سے وہ بمشکل مسکرا دی تھی مگر وہ سرمئی آنکھوں والا لڑکا خاموش کھڑا تھا۔

باہر اندھیرا چھا گیا تھا۔ ہوا کی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا جس سے موسم مزید خراب ہو گیا تھا۔ اب وہ عورت رو رہی تھی۔ سرمئی آنکھوں والا لڑکا اس عورت کے کندھے سے لگ کر بیٹھا تھا۔ شاید کچھ غلط ہو گیا

تھا۔

وہ مرد واپس نہیں آیا تھا۔ جس سے ان ماں بیٹے کی پریشانی اور بے بسی عروج پر تھی۔ رات مزید گہری ہوئی۔ مگر اس مرد کا کوئی اتناپتا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ انہیں اب اس بات کا یقین ہو چلا تھا اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ اس کے واپس۔ آنے کی امید وہ ترک کر چکے تھے۔ اب وہ عورت روتی نہیں تھی۔ خالی خالی آنکھوں سے ان دونوں لڑکوں کو دیکھتی رہتی۔ اس کی صحت گر چکی تھی۔

سر مئی آنکھوں والا لڑکایہ رونما ہوتی تبدیلیاں دیکھ رہا تھا۔

اور پھر اس نے دیکھا وہ اس کے چھوٹے بھائی کو گلے سے لگائے رو رہی ہے۔ وہ باہر کو نکل گیا۔ اس کو سانس لینے میں تنگی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے آس پاس برف ہی برف تھی۔

اس کا دماغ چکرایا تھا اور وہ اگلے لمحے اوندھے منہ گر پڑا تھا۔

کانچ کا ٹکڑا تیزی سے چمکا اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور پھر وہ تاریک پڑ گیا۔ اسے اپنے جسم پر چیونٹیاں رہینکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔ یہ کیسے ممکن ہوا؟ اس نے ماضی میں کیسے سفر کیا تھا؟ یہ سراب تھا، نظروں کا دھوکا، اس کا وہم یا کوئی سچ۔ اس کا دماغ تیزی سے جمع تفریق کر رہا

تھا۔

اس نے دوسرے ٹکڑوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ کچھ تو تھا۔ کچھ جادوئی سا۔ یہ آئینہ اس میں کوئی طاقت ہے۔ وہ خود سے قیاس آرائیاں کر رہا تھا۔ وقت تھم سا گیا تھا۔ لیکن بریلی ہوائیں ہنوز چل رہی تھیں۔ اور وہ یوں ظاہر کر رہا تھا جیسے یہ موسم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ یہ ہوائیں اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ اتنے میں اس کی نظر ایک اور کانچ کے ٹکڑے پر پڑی۔

وہ سنہرے رنگ کی روشنی خارج کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چمک اُٹھی تھیں۔ یہ ایک سیاہ رات تھی۔ چاندی کا تھال آسمان پر چمک رہا تھا۔ چاند کی کرنیں اس کین کو منور کر رہی تھیں۔ اس کین کی دائیں جانب سے کوئی ہیولی نمودار ہوا تھا۔ پراسرار سا۔ خود کو ایک کالے چغے میں مقید کیے۔ چہرہ ایک رومال کی مدد سے چھپا رکھا تھا۔ وہ کوئی ورد اتیا معلوم ہوتا تھا

وہ محتاط قدم اٹھاتے ہوئے اس کیبن کے دروازے کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اب وہ دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھل گیا تھا۔ عورت ایک لمحے کو بوکھلا گئی تھی۔ مگر پھر اس عورت کے تاثرات ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ اس نے اس شخص کو اندر آنے دیا تھا۔ کیبن کے اندر بالکل خاموشی تھی۔

وہ دونوں لڑکے سو رہے تھے۔ اس نووارد کا چہرہ واضح ہوا تھا۔ لگ بھگ تیس کے قریب سال کے قریب عمر۔ گندمی رنگت۔ اس کے ماتھے پر ایک نشان تھا۔ غالباً کوئی زخم تھا۔ اب وہ اپنا نشان چھوڑ گیا تھا۔ اس عورت نے اسے دوسرے کمرے میں بٹھا دیا تھا۔ سرمئی آنکھوں والا لڑکا جاگ گیا تھا۔ اسے کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے ایک نظر اپنے قریب سوئے بھائی پر ڈالی۔ وہ اٹھ کر دوسرے کمرے تک آیا۔

مگر اگلے منظر نے اسے ساکت کر دیا تھا۔ خوف سے اس کی چیخ بھی نہ نکل سکی۔ وہی آدمی اس کی ماں کے گلے میں رسی ڈالے اسے مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی ماں کے گلے سے دلخراش مگر گھٹی گھٹی آوازیں برآمد ہو رہی تھیں۔ وہ اپنی ماں کی طرف بڑھ ہی نہ سکا۔

اس کی ماں نے اسے زور لگا کر اسے پرے دھکیلنے کی کوشش کی اور تبھی وہ ڈریسنگ میز سے ٹکرائی تھی۔ اس کا شیشہ نیچے کو لڑھکا۔ اس شخص کے ہاتھ میں نجانے کہاں سے چاقو آگیا تھا اور اس نے کوئی لمحہ ضائع کیے اس کی ماں کی گردن میں کئی وار کیے تھے۔ خون کا فوارہ اُبل پڑا تھا۔

سر مئی آنکھوں والا لڑکا تیزی سے وہاں سے ہٹا اور کمرے میں آتے ہی بیڈ کے نیچے گھس کر سانس روکے لیٹ گیا۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے ہوئے تھا۔ ادھر وہ زخمی وجود تڑپ رہا تھا۔ آس پاس خون کا تالاب بن گیا تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ وجود ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس شخص نے چہرے سے خون کے چھینٹے صاف کیے۔ کچھ دیر وہ وہیں ٹھہرا رہا۔ اس کی آنکھوں میں جیسے خون اُترا ہوا تھا۔ جیسے اسے کوئی افسوس نہیں ہوا تھا۔

وہ تیزی سے گھوم کر وہاں سے نکلا اور دوسرے کمرے تک آیا جہاں وہ لڑکا لحاف میں سو رہا تھا۔ اس شخص کے ہونٹوں پر کمینی مسکراہٹ لپکی۔ وہ اس کی طرف بڑھا۔ اور اسے کندھوں سے پکڑا۔ اس لڑکے کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ یکدم خوفزدہ ہو گیا تھا اور ہراساں ہوتے ہوئے خود پ جھکے شخص کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی تھی۔ اس شخص نے اسے پھرتی سے اپنے کندھوں پر اٹھالیا تھا۔ وہ اس شخص کی پشت پر مکے برسا رہا تھا۔ سرمئی آنکھوں والا لڑکا مزید خود میں سمٹا۔ وہ بڑی مشکل سے خود کو چیخنے سے روکے ہوئے تھا۔

اب آوازیں دور جا رہی تھیں۔ وہ لڑکا چیخ رہا تھا، چلا رہا تھا، رو رہا تھا۔ اور پھر سناٹا چھا گیا۔ ابھی جو اس نے دیکھا۔ اس کے دماغ نے قبول نہیں کیا تھا۔ وہ شاکڈ تھا۔ صدمے میں۔ گنگ۔ ساکت۔ ایک دس بارہ سالہ بچے کی بسات ہی کیا ہوتی ہے۔

وہ ڈرتے ڈرتے وہاں سے باہر نکلا۔ دوسرے کمرے تک جاتے ہوئے اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ سرمئی آنکھوں میں خوف کی لہر بخوبی محسوس کی جاسکتی تھی۔ اس نے آہستگی سے اندر جھانک کے دیکھا۔ یہ نظارہ اسے بیہوش کر دینے کے لیے کافی تھا۔ وہاں ایک مردہ وجود پڑا تھا۔

اس کو انگلی کی نوک پر کچھ چبھا تھا۔ اس کے بازو نے جھٹکا کھایا۔ کانچ کا ٹکڑا سیاہ پڑ گیا تھا۔ وہ گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ سرمئی آنکھوں میں پانی تھا۔ بے بسی تھی۔ خون کی بوندیں برف میں جذب ہو رہی تھیں۔ اس کے جسم میں درد کا احساس جاگا۔ اس نے وہ خون روکنے کی کوشش کی۔ انگلی منہ میں دبا لی۔

اس کے لیے جہان حیرت تھا یہ۔ کیا باقی ٹکڑے بھی اسے ماضی میں لے جاسکتے تھے؟ وہ ان کانچ کے ٹکڑوں کو آپس میں جوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر بے سود۔ وہ بار بار اپنی آنکھوں سے پانی صاف کرتا۔ اس کا جسم سرد پڑ گیا تھا۔ اور کپکپی طاری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اسے اپنے پاؤں کے قریب کچھ تپش محسوس ہوئی تھی۔ وہ دوزانوں ہو کر بیٹھا تھا جس کی وجہ سے اس کے دونوں پاؤں برف میں دھنسے تھے۔ اس نے اپنی ٹانگوں کو گھسیٹا اور تھوڑا پیچھے کو ہوا۔ ایک اور ٹکڑا جگمگا رہا تھا۔ نیلے رنگ کی روشنی وہاں سے پھوٹ رہی تھی۔ ایک بار پھر وہ اس منظر میں کھو چکا تھا۔

آگ چنگاریوں کے ساتھ چمک رہی تھی جو کین کی کھر در دیواروں پر رقص کرتی ہوئی سائے ڈال رہی تھی۔ وہ، ایک معمولی سالڑ کا اپنے بھائی کے قریب سکڑ کر بیٹھا تھا۔ جس کی مسکراہٹ مدھم روشنی میں دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا بھائی اس سے چند سال بڑا تھا۔ اس چھوٹے لڑکے کی آنکھیں سیاہ تھیں اور کسی نہ کسی حد تک وہ اس مرد سے مشابہت رکھتا تھا جو اس طوفانی رات کو خاموشی سے غائب ہو گیا تھا۔ سرمئی آنکھوں والا لڑکا اپنے بھائی کے ہاتھ چھونے کے لیے تھوڑا قریب ہوا۔ اس نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے دبایا۔ ایک خاموش وعدہ۔ لیکن اس کے چہرے پر ایک عارضی سایہ گزر گیا۔

اس کی آواز میں سرگوشی تھی۔ " فکر مت کرو ساحر۔ میں ہمیشہ یہاں ہوں گا۔ اور سب ٹھیک ہو جائے گا۔ والد ایک دن واپس ضرور آئیں گے۔ " یہ الفاظ تسلی دینے کے لیے تھے۔ سیاہ آنکھوں میں بے چینی بڑھی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن بس ایک گہری سانس خارج کی۔۔

اسے اپنے بڑے بھائی پر یقین تھا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اچانک سب تیزی سے دھوئیں میں تحلیل ہوا۔ اس نے اس ٹکڑے پر ہاتھ پھیرا۔ اسے ہاتھ میں اٹھایا۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ آنسوؤں نے ایک بار پھر آنکھوں کے بندھ کو توڑا اور ضبط کی حدود سے باہر نکل گئے۔ وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔۔

وہ لمحے جو پگھل گئے۔"

"

کعبین برف کی سفیدی کی بے انتہا وسعت میں اپنی خاموش بنیادوں پر کھڑا تھا۔ اندر، آگ کی گرمی دیواروں کو عنبری رنگ میں رنگ رہی تھی۔ ایک کم عمر لڑکا کوئی کہانی کی کتاب پڑھنے میں مصروف تھا۔ لڑکے کی ماں نرم لہجے میں گنگنائی ہوئی چولھے پر رکھی دیگچی میں چچ ہلا رہی تھی۔

سر مئی آنکھوں والا لڑکا اپنے والد کے ساتھ کھڑکی کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ لکڑی میں مختلف اشکال بناتے ہوئے۔ چھیلیں فرش پر برف کے پھولوں کی طرح گر رہی تھیں۔

اس مرد کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ وہ بہت خوش لگتا تھا۔ مجھے تم لوگوں کو کچھ بتانا ہے۔ "اس مرد نے خوش کن لفظوں میں کہا۔ کچن میں چیخ ہلاتی عورت، کتاب پڑھتا لڑکا اور ساتھ بیٹھا جیکب سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہم بہت جلد یہاں سے چلے جائیں گے۔ ہم شہر میں رہیں گے۔ پھر ہم روزانہ سورج کا نظارہ کر سکیں گے۔ ہم شہر کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔ ہمیں اس برف کے جزیرے پر ساری زندگی نہیں رہنا پڑے گا۔" اس مرد نے کہتے ہوئے جیکب کی پیٹھ کو تھپتھپایا تھا۔ جیکب نے جھینپ کر ماں کی طرف دیکھا۔ اس کیبن کے کونے کونے سے مسرت جھلک رہی تھی۔

جب خوشیاں راکھ ہوئیں۔"

"علیار آپ سمجھ کیوں نہیں رہے۔ آپ ہمیشہ مجھ سے باتیں چھپاتے آئے ہیں۔ آپ نے پہلے مجھے کیوں نہیں بتایا، میں آپ کی مدد کر سکتی تھی۔" وہ عورت تنکھے لہجے میں اپنے شوہر پر برس رہی تھی۔ ان کا شور کمرے سے باہر جا رہا تھا۔ ایسے میں جیکب پردے کے پیچھے چھپا ان کی باتیں سن رہا تھا مگر ان کی باتیں اس کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔

"تم میری کیا مدد کرتیں فریجہ؟ اور میں ابھی اتنا بے بس نہیں ہوا۔ چند لاکھ روپے ہی ہیں۔ اور ان کا بندوبست میں کر ہی لوں گا۔ قسمت پھوٹی تھی میری کہ میں قرض لے بیٹھا۔ مگر میرے پاس اس وقت کوئی چارہ نہیں تھا۔ مجھے کچھ تو کرنا ہی تھا۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ اگر تمہارے والدین مجھے قبول کر لیتے اور رضامندی سے ہماری شادی کروا دیتے تو ہمیں اس طرح بھاگنا نہیں پڑتا۔ اب بتاؤ کتنے سال بیت گئے ہیں۔ مگر اس شخص نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ میں نے اسے مارنے کی کوشش کی تھی تاکہ یہ قصہ ہی ختم ہو مگر اس کی قسمت اچھی تھی بچ گیا۔ اور آہستہ بولو بچے سو رہے ہیں۔" فریجہ غم اور غصے کی تصویر بنی اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔

"اور کل کو وہ یہاں بھی پہنچ گیا تب کیا کریں گے آپ؟ اور ہم نے مل کر ہی وہ فیصلہ کیا تھا۔ آپ کو مجھ پہ اعتبار ہونا چاہئے تھا۔ آپ نے اتنے سال اس قرض کے بوجھ تلے گزار دیے۔ میرے پاس کچھ رقم اور زیورات ہیں آپ ان کو بیچ دیں۔ میں آپ کی اور اپنے بچوں کی زندگیاں

خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔" بولتے ہوئے اس کا گلارہ اندھ گیا تھا۔

"مجھے تمہاری رقم نہیں چاہیے فریجہ۔ وہ سنبھال کر رکھو۔ وہ مستقبل میں کام آئے گی۔ ہمارے بچے بڑے ہو رہے ہیں۔ یہ ہم ان کے لیے جمع کر رہے ہیں۔ سمجھیں تم۔ علیا کہتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ جیکب ذرا کھسک کر کونے میں ہو گیا۔ باہر برف باری جاری تھی۔ فریجہ اپنا سر تھام کر وہیں بیٹھ گئی۔" کاش آپ نے میری بات مان لی ہوتی۔" وہ خود سے کہہ رہی تھی۔ کینن کے مکینوں کی پریشانی تب بڑھی جب جیکب کا باپ واپس نہیں آیا۔ رات ہو چکی تھی۔ اب وہ خاصے فکر مند تھے۔ فریجہ کے پیٹ میں ہول اٹھ رہے تھے۔ اور وہ دعائیں مانگ رہی تھی کہ خدا اس کے شوہر کی حفاظت کرے۔ وہ بالکل ٹھیک ہو۔

انتظار طویل ہوتا گیا دن راتوں میں اور راتیں دنوں میں تبدیل ہوئیں۔ فریجہ نے آس پاس کتنا ڈھونڈھا۔ وہ قریبی جنگل تک چلی گئی مگر کوئی نام و نشان نہیں ملا۔ وہ مایوس لوٹ آئی۔

اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ حالات نے اسے کمزور کر دیا تھا۔ جیکب اور ساحر دونوں اپنی ماں کی گرتی ہوئی طبیعت دیکھ رہے تھے۔ مگر وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ انہیں اتنا پتا تھا اس کے والد باہر گئے اور پھر کبھی واپس نہیں آئے۔

پھر ایک رات اور وہ رات نہیں قیامت کی رات تھی جس سے وہ سب بے خبر تھے۔ کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

فریحہ کو ویسے بھی نیند بہت کم آتی تھی اسی اُمید اور تاک میں شاید علیار واپس آجائیں۔ پہلے تو وہ خوش ہو گئی شاید وہ واپس آگئے ہیں مگر پھر کسی احساس نے اسے چونکا۔ وہ خوفزدہ ہو گئی کہ کہیں وہ شخص نہ ہو۔ اس نے آواز دے کر پوچھا مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ ڈرتے ڈرتے اس نے دروازہ کھول دیا تھا اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں اٹک گیا۔

سامنے والے نے یقین دہانی کرائی اور خود کو بے ضرر ظاہر کیا۔ اس کا کہنا تھا وہ علیار کی تلاش میں یہاں تک آپہنچا ہے۔ اور وہ بس اس کے شوہر سے مل کر وہ معاملہ سلجھانا چاہتا ہے اور قرض معاف کرنے آیا ہے۔ اتنے سالوں کی خواری کے بعد وہ تھک چکا ہے۔

فریحہ کے سر سے بوجھ اتر گیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا ہے مگر علیار کا کوئی اتنا پتا نہیں ہے۔ وہ گھر نہیں لوٹے اور اس وجہ سے وہ بہت پریشان ہیں۔

اس شخص کی آنکھوں کی چمک بڑھی مگر اس نے مصنوعی اداسی اور پریشانی کا اظہار کیا تھا۔ اس نے کچھ دیر وہاں رکنے کی اجازت چاہی تھی اور یہ وعدہ کیا کہ وہ علیار کو شہر میں جا کر ڈھونڈھے گا۔ اندر آنے کے بعد وہ دوسرے کمرے میں بیٹھ گیا اور اس کے بقول وہ اس کے شوہر کے متعلق معلومات لینا چاہتا تھا تاکہ اس کا سراغ لگانے میں آسانی ہو۔

فریحہ کو جب تک اس کی نیت کا اندازہ ہوا تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ اس شخص کا مقصد ہی یہی تھا۔ وہ اسی بات کا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا اور اسے اچھا موقع مل گیا تھا۔ فریحہ نے ڈر کے مارے وہ رقم جو جمع پونجی اور زیورات تھے سب اس کے حوالے کر دیے۔ مگر اس شخص کے لیے کافی نہیں تھا۔

"تمہارے شوہر نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اب اس کا بدلہ بھی میں لے کر ہی جاؤں گا۔" اگلے ہی لمحے اس نے فریحہ پر حملہ کر دیا تھا۔ پاس پڑی رسی اٹھا کر اس کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی۔ فریحہ اپنا بھرپور دفاع کر رہی تھی مگر عورت کمزور پیدا کی گئی ہے وہ اس درندے کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

جیکب کی آنکھ بھی اس شور کی وجہ سے کھلی تھی۔ وہ ایک نظر ساحر پر ڈالتا دوسرے کمرے تک آیا تھا مگر اس کے ہوش ہی اڑ گئے تھے۔ ایک شخص اس کی ماں کو قتل کرنے کے درپہ تھا۔

خوف کے مارے وہ آگے نہیں بڑھا تھا۔ وہ تیزی سے واپس پلٹا اور بیڈ کے نیچے چھپ گیا۔ اس شخص کو احساس ہوا تھا کہ کوئی بچہ بھی ہو گا وہ اس کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس نے ساری رقم اس چغے میں چھپالی تھی اور تیزی سے باہر نکلا اور دوسرے کمرے تک آیا۔ لڑکے پر نظر ڈالتے ہوئے اسے قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے نزدیک اس کے بہت سے پیسے مل جائیں گے۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔ اس نے لڑکے کو کندھے پر اٹھالیا تھا۔ لڑکا چیخا۔ چلایا۔ مگر اسے پرواہ نہیں تھی۔ اور وہ اسے اٹھائے جلدی سے باہر نکل گیا۔

برف کی آغوش میں۔"

"

جب جبکب باہر نکلا سب ختم ہو چکا تھا۔ اس کی دنیا ویران ہو چکی تھی۔ سب رشتے بکھر چکے تھے۔ اس کی فیملی ختم چکی تھی۔ اب وہ بھری دنیا میں اکیلا رہ گیا تھا۔ اسے اپنی ماں کے قریب جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ کمرہ بکھر اڑا تھا۔ ایک ٹوٹا ہوا آئینہ ان کے قریب پڑا تھا۔ اس پاس خون کا تالاب تھا۔ اور اس کی ماں کا وجود اوندھے منہ پڑا تھا۔ اس کے جی میں پتا نہیں کیا بات آئی اس نے وہ آئینہ اٹھا لیا جس کی سطح پر جا بجا دراڑیں تھیں۔

اسے کسی کو بلانا تھا۔ اسے اپنے بھائی کو ڈھونڈھنا تھا۔ اسے باہر جانا ہی تھا۔ اس نے وہ آئینہ بغل میں دبا لیا۔ تنخستہ برقیلی ہوائیں اس کے چہرے سے ٹکرائیں۔ وہ برف میں چلتا گیا۔ وہ رو نہیں پا رہا تھا۔ اس کا سینہ تنگ معلوم ہوتا تھا۔ آنکھوں میں ویرانی۔ اسے انداز ہی نہیں تھا اسے کس سمت جانا ہے۔ وہ بس چل رہا تھا۔

اسے اپنے تیز تیز سانس لینے کی آواز محسوس ہوتی تھی باقی آوازیں مدھم پڑ گئیں۔ اسے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ بس ایک بوجھ تھا جس کو کندھے پر لیے وہ چلتا جا رہا تھا۔ اور پھر وہ آئینہ پھسل کر کئی چھوٹے بڑے ٹکڑوں میں منقسم ہوا تھا۔ وہ وہیں بیٹھ گیا تھا۔ اور اس آئینے کے ساتھ ساتھ اس کے اندر بھی کچھ ٹوٹ گیا تھا۔ اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔

ہوائیں ایک لمحے کو تھم گئیں۔ بس اس کے رونے کا شور سنائی دیتا تھا۔ پھر اس نے کچھ دیکھا۔ وہ ٹکڑا جگمگا رہا تھا۔ وہ حیرت سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ آئینے والی کہانی سچ ثابت ہوئی تھی۔ اس کی ماں اسے وہ کہانی سنایا کرتی تھی کہ یہ آئینہ جادوئی ہے۔ اس میں انسان کو پچھلی باتیں اور واقعات نظر آتے ہیں۔ اور وہ اکثر اس آئینے کے سامنے جا کر اسے غور سے دیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ فریجہ ہنس دیتی تھیں۔ اور جیکب ہر بار مایوس ہو جاتا تھا۔

مگر آج ایسا نہیں ہوا تھا۔ ہر ٹکڑے نے اسے وہ پچھلا واقعہ دکھایا جسے وہ دیکھ چکا تھا۔ اب اس کا یقین پختہ ہو چلا تھا۔ اچانک اس کو کچھ آوازیں سنائی دیں۔ جیسے وہ ٹکڑے سرگوشی کر رہے ہوں۔ وہ ان ٹکڑوں کو گھور رہا تھا۔ اور پھر ان ٹکڑوں میں حرکت ہونے لگی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہ آیا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ پھر کوئی آواز صاف سنائی دینے لگی تھی۔ جیسے کوئی کہہ رہا ہو اس آئینے کو پھر سے جوڑ دے۔ اور یہ آواز بار بار سنائی دینے لگی۔

اسے لگا شاید اس آئینے کی مدد سے وہ اپنے والد کا پتا لگا سکتا ہے۔ اپنے بھائی کو ڈھونڈھ سکتا ہے۔ ایک اُمید کی رمتق اس کی سرمئی آنکھوں میں نمودار ہوئی۔ اور اس نے ان ٹکڑوں کو ترتیب سے ساتھ رکھنا شروع کر دیا۔ آئینہ جڑ رہا تھا۔ اور بالآخر آئینے میں جان آگئی۔ وہ پھر سے چمکنے لگا۔ سنہری رنگ میں تبدیل ہونے لگا۔ اب اس میں کچھ دکھائی دے رہا

تھا۔

اس نے جھانک کر آئینے میں دیکھا۔ وہاں کوئی عکس دکھائی دے رہا تھا۔ غالباً اس کا اپنا عکس۔ مگر وہ پہچان نہیں پا رہا تھا۔ ونچا لمبا قد۔ بال کنپٹی سے سفید نظر آرہے تھے۔ اور پھر عکس کے قریب کوئی تھا اس کے پاؤں کے نزدیک۔ کوئی بوڑھا وجود۔ وہ جیسے زمین پر پڑا اپنی جان کی بھیک مانگ رہا ہو۔ اس اونچے لمبے مرد کے ہاتھ میں ایک پستل تھا۔

اور وہ اپنا بازو ذرا نیچے جھکائے ہوا تھا۔ اس کی کلائی پر ایک سیاہ دائرہ بنا ہوا تھا۔ جیکب۔ کو وہ دائرہ مانوس سا محسوس ہوا۔ اس نے جلدی سے اپنی کلائی تھامی وہ کچھ دیکھنا چاہ رہا تھا۔ اس کا سانس رک گیا۔ وہ کبھی اپنی کلائی کو تو کبھی اس مرد کی کلائی کو دیکھتا۔ اس کی اپنی کلائی پر بالکل ویسا ہی سیاہ دائرہ بنا ہوا تھا۔ وہ بے یقینی سے اس عکس کو دیکھ رہا تھا۔ کیا یہ وہ خود تھا؟ اس کا اپنا عکس؟

اور وہ زمین پر لیٹا بوڑھا شخص۔ اس نے ذرا غور سے اس بوڑھے کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی۔ یہ چہرہ اس چہرے سے میل کھاتا تھا جو اس کی ماں کو قتل کر چکا تھا۔ مگر اب اس چہرے پر جھریاں تھیں۔ مگر وہ مخصوص نشان اس کے ماتھے پر موجود تھا۔ اس کے سر میں شدید درد اٹھنے لگا تھا۔

یہ آئینہ اس کا مستقبل دکھا رہا تھا۔ کیا وہ مستقبل میں اس بوڑھے سے انتقام لے گا۔ وہ اسے مار دے گا۔ درد کی ایک اور لہر اس کے دماغ سے ٹکرائی۔ یہ کیسا چکر تھا۔ اس کا ذہن سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اور پھر اس نے کانپتے ہاتھوں سے وہ آئینہ ہاتھ میں اٹھالیا تھا۔ اس لمحے وہ بھاری محسوس ہوا۔

اس کا پورا وجود کانپنے لگ گیا تھا۔

اور پھر زور سے اس نے وہ آئینہ زمین پر دے مارا۔ آئینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور پھر خاموشی چھا گئی۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ اب وہ زور زور سے چلا رہا تھا۔ مگر اس

برف کے ویرانے میں کوئی اس کی آواز سننے والا نہیں
تھا۔

کچھ دیر بعد اس کا کانپتا وجود رک گیا۔ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ جیسے ابھی کوئی اسے پکارے
گا۔

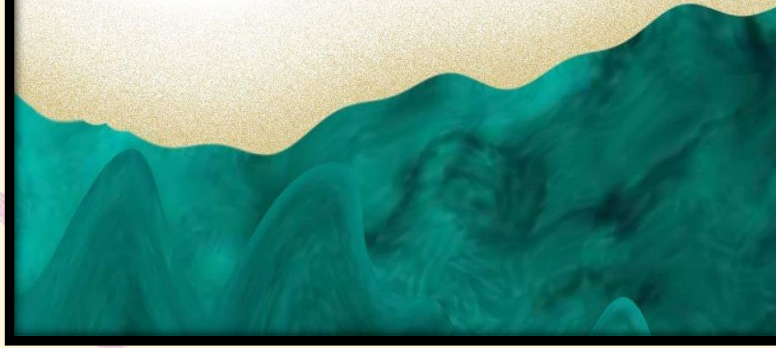
اب وہ سر جھکائے چل رہا تھا۔ جامنی اندھیرا برف کو دھیرے دھیرے نکلنے لگا تھا۔ برف پر اس
کے قدموں کے نشان بنتے جا رہے تھے



ختم شد۔

پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہونا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

ایسینہ خانم



ابراہیم

"یہاں دستخط کرو غازیہ ! " کاغذ غازیہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازیہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازیہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آدھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازیہ ! " سیکم کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سیکم ! اور یہ نیا دھور رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازیہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹتے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

Click here

safareadab.com



دنوشہ آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھانجی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اترتا نہیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔" وہ مسکراتے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجھ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پریقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔۔۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے بلیٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کہے اس طرح کہ۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

Click here

safareadab.com

وراثت

فاطمہ ملک

ناولِ یارِ محبت کی دیک جھلک

"شادی کے لیے منع کر دو۔۔۔" آرام کہا تھا۔

"اور میں ایسا کیوں کروں۔۔۔؟" اب کی بار ماہی

نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کیونکہ میں کہہ رہا ہوں تمہیں۔۔۔" فوراً

جواب آیا۔

"میں آپ کی بات کیوں مانوں۔۔۔؟" اب بھی انداز

وہی تھا۔

"ماہی یار تم کیوں ضد کرتی ہو ایک بار میں بار کیوں

نہیں سن لیتی۔۔۔؟ روحیل نے غصہ کنٹرول

کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر سے بولنا شروع کیا۔۔

"پہلے تم بنا مجھے بتائے باہر جا رہی ہو، پھر بنا

سوچے سمجھے شادی کے لیے بھی ہاں کر دی کیوں

کر رہی ہو یہ سب۔۔۔؟"

"کیا آپ نے مجھ سے پوچھ کر فلک سے دوستی کی

تھی؟ مجھے سے پوچھ کر اس سے نکاح کے لیے

ہاں کہا تھا بولیں۔۔۔؟" ماہی کے سوال پر اس کا

چہرہ جھک گیا۔۔ روحیل کی طرف سے کوئی

جواب نہ ملنے پر بولنے لگی۔۔ "آپ نے سب اپنی

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

WEB SPECIAL NOVEL

www.safareadab.com

یارِ محبت

صائمہ سید

مرضی سے کیا لیکن جب میں کچھ کرنے جا رہی
ہوں تو سراپا سوال بن گئے۔۔۔"
"یہ کیا آپ آپ لگا رکھا ہے۔۔۔؟" اس کے
منہ سے بار بار آپ سننا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔
"کیونکہ آپ بڑے ہے مجھ سے۔۔۔" ماہی نے
نہایت ہی معصومیت سے کہا۔
"پہلے کبھی بڑا نہیں لگا میں تمہیں اور اب اچانک
بڑا ہو گیا ہوں۔۔۔؟" اس کا رکھ اپنی طرف
کرتے ہوئے کہا۔
"پہلے عقل نہیں تھی مجھ میں اس لیے اب عقل
اور سمجھ دونوں آگئی ہے۔۔۔" اب کی بار ماہی نے
سنجیدگی سے کہا۔
"کیا تم واقعی خوش ہو اس فیصلے سے؟"
روحیل نے سوال کیا، جیسے وہ کچھ اور سننے کی امید
کر رہا ہو۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں
کلک کریں۔

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب